اِمام عبداللہ بن عامر الشامیؒ کی قراءۃ کے تفسیری اثرات: ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Interpretive Effects of the Recitation of Imam Abdullah bin Āmir Al-Shāmi.

Qari Abdul Nasir[1]
Zakirullah[2]

Abstract:

In every age, Orientalists and Atheists have been trying to discredit the basic book of the Muslims, the Holy Qur'an, in any way by casting doubt and suspicion on the world but time has proved that all these frivolous objections were for a limited time. *Hafiz* Islam and people of Islam succeeded. The Orientalists have raised various objections to the Qur'an; One of them is the objection of dissenting readings. This effort of ours is also related to differences of opinion. In the article under discussion, the commentary effects of the recitation of by Imam Abdullah bin Aamir Shāmi(118 AH) have been selected. Considering the recitation of Imam Ibn-e-Aamir, three verses have been made part of the Article, although the recitations of other readers have also been mentioned as needed: Verse No.10 and 116 of Surah Al-Baqarah and verse No.37 from Surah Al-Asrā. The commentary effects of Imam Ibn Aamir's recitations have been resolved in the light of the sayings of the readers and the interpretations of the commentators. At the end of each verse, the word is summarized in a comprehensive manner so that the reader does not have any difficulty in understanding and reading the meaning.

Keywords: Interpretive, Effects, Recitation, Imām Abdullah bin Āmir Al-Shāmi.

موضوع کا تعارف:

یہ ایک دانستہ حقیقت ہے کہ خواہ عصرِ قدیم ہو یا عصرِ حاضر ہر دور میں عالمِ کفر، مستشرقین اور ملحدین فی الدین کی فرسودہ کوشش رہی ہے کہ عالمِ اسلام کی اساسیات کو منبعِ نظر میں رکھتے ہوئے طرح طرح کے بلافائدہ اعتراضات کریں تاکہ اہلِ اسلام، خاص کر امتِ مسلمہ کو دنیائے عالم میں بدنام کیا جاسکے۔ مثال کے طور پر انہوں نے پیغمبرِ اسلام، احادیثِ نبویہ اور قرآنِ مجید پر مختلف زاویوں سے اعتراضات کیے ہیں۔ خاص کر قرآنِ کریم کو کسی طرح سے شکوک اور شبہات میں ڈال کر اپنے ناسود اور کم علمی کی وجہ سے بدنام

[1].Lecturer (Islamic Studies & Arabic),University of Agriculture, Main Campus Faisalabad
Email: qariabdulnasir6@gmail.com.pk
[2].PhD Scholar, Department of Islamic Studies University of Lahore, Lahore
Email: hafizzakirullah123@gmail.com.pk

کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہیں لیکن وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ اُن کے تمام کے تما حربے ایک محدود وقت کے لیے تھے۔ اسلام اور اہلِ اسلام پھر بھی مقابلے میں سرخ رُو ہو کر کامیاب ہوئے۔ بطورِ خاص مستشرقین نے قرآنِ مجید میں بے شمار اعتراضات کیے ہیں:

انہوں نے قرآن کے اختلافِ قراءات کو سب سے زیادہ بروئے کار لاتے ہوئے اپنے غلیظ نقطہ نظر کو بیان کرنے کی کوشش کی ہیں۔ ہماری یہ معمولی کاوش بھی قراءاتِ قرآنیہ کے اختلاف کے قبیل سے ہے۔ زیرِ بحث مقالہ میں امام عبداللہ بن عامر شامیؒ (م۱۱۸ھ) کی قراءت کے تفسیری اثرات کو منتخب کیا گیا ہے۔ اِمام ابن عامر شامیؒ ملکِ شام کے مشہور قاری اور قراءِ عشرہ میں سے چہارم امام ہیں، اور یہ اپنے وقت کے بہت ہی پایے کے عالم، قاضی اور جامع مسجد کے خطیب تھے۔ ا مام ابنِ عامر شامیؒ کی قراءت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تین آیاتِ مبارکہ کو مقالے کا حصہ بنایا گیا ہے ساتھ ہی دیگر قراءِ کرام کی قراءات کو بھی بوقتِ ضرورت بیان کیا گیا ہے۔ سورۃُ البقرۃ کی آیات نمبر ۱۰، ۱۱۶، اور سورۃُ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۳ کو زیرِ بحث لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امام ابن عامرؒ کی قراءت کے تفسیری اثرات کو دوسرے قراءِ کے اقوال اور مفسرین کی تشریحات کی روشنی میں حل کیا گیا۔ آخر میں کلام کا خلاصہ جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ قارئین کے لیے مفہومِ مطالب سمجھنے اور پڑھنے میں کسی طرح سے کوئی پریشانی نہ ہو۔

اِمام شامیؒ کے حالات:

آپ کا اسمِ گرامی عبدُاللہ اور کنیت ابن عامرؒ ہے اور اِسی کنیت سے آپ مشہور ہیں۔ آپ کو یَحْصَبِیْ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ قبیلہ "یَحْصَبْ" سے تعلق رکھتے تھے جو یمن میں تھا۔ آپ دمشق کے رہنے والے ہیں جو ملکِ شام کا دار الخلافہ تھا۔ ایک قول کے مطابق آپ حضور اقدس سرور کائنات رسولِ مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وصال سے دو سال قبل ۸ ہجری میں اور دوسرے قول کے مطابق ۲۱ ہجری میں قریہ جابیہ میں پیدا ہوئے، اور شام کی فتح کے بعد آپ دمشق میں مقیم ہو گئے تھے، اُس وقت آپ کی عمر ۹ صرف نو سال تھی، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تابعی ہونے کے ساتھ ساتھ، علمُ القراءات اور علوم الحدیث کے امام بھی تھے۔[3] امام ابن الجزریؒ (م۸۳۳ھ) لکھتے ہیں:

اِمام ابن عامر شامیؒ خود فرماتے ہیں کہ میں تابعی ہوں، میں نے حضرت واثلہ بن اسقعؓ کی زیارت کی تو ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنے اِس ہاتھ سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بیعت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں، پس میں نے ان کا ہاتھ چوم لیا۔ آپ نسب کی رو سے خالص عربی اور اُن کے فصیح لوگوں میں سے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جن کی پرہیز گاری اور بزرگی و عدالت پر تمام اُمت کا اجماع ہے۔ دمشق میں جو ملک شام کا صدر مقام اور دار الخلافہ اور تابعین کا مرکز اور علماءِ کرام کے قافلوں کے اُترنے کا مقام تھا، جس کی جامع مسجد دُنیا کے عجائب میں سے ایک عجیب عمارت ہے۔ تین بڑے بڑے عہدوں پر آپ کو فائز کر رکھا تھا۔ آپ بیک وقت یہاں کے خطیب، قراء کے شیخ اور شہر کے قاضی بھی تھے۔[4]

---

[3] شمس الدین، الذہبی، معرفۃ القراء الکبار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ، ج1، ص67

Shamsū Dīn,al-ḍahbi,Marīfat Qurrā al Kībār, Dār Al-Kutub Al-Ilmīyah,Beirut,1417 H),Vol.1,P.67

[4] محمد، ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، المطبعۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، 1/44

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ باوجود امیر المؤمنین ہونے کے ان کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ آپ حافظہ، امانت، دیانت، علم اور دینی کمال میں بھی بہت ہی مشہور تھے۔ آپ نے بلاخلاف امام ابی ہاشمؒ، مغیرہ بن ابی شہابؒ، عبد اللہ بن عمرو بن مغیرہ المخزومیؒ سے اور انہوں نے حضرت عثمان بن عفان سے قرآن کریم پڑھا ہے۔[5] امام ابو عَمرو والدانی (م ۴۴۴ھ) فرماتے ہیں: ایک قول کی رو سے تو آپ نے حضرت ابو درداء، عُویمر بن زید بن القیس سے بھی پڑھا ہے۔ اِمام ابنُ الجزریؒ فرماتے ہیں کہ الدانیؒ کی یہ روایت (امام ابن عامرؒ نے حضرت ابو درداء سے بھی پڑھا ہے) ہم تک صحت کے ساتھ پہنچی ہے۔ آپ کے ایک شاگرد 'الذُماری' کے مطابق آپ نے خود حضرت عثمان بن عفان سے بھی پڑھا۔ اِن تینوں حضرات (حضرت عثمان حضرت واثلہ اور حضرت ابو درداء) نے رسولِ اکرم ﷺ سے قرآن پڑھا۔ آپؒ سند کی رو سے قراءِ سبعہ میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ اِس لیے آپ سے قراءت کا علم حاصل کرنے کے لیے مشرق و مغرب ہر جانب سے ایک جمِ غفیر مخلوق آتی رہتی تھی۔ آپ کے حلقۂ درس میں چار سو تو خلفاء ہی ہوتے تھے جو قراءات میں آپ کے نائب ہوتے تھے۔ نیز آپ کی قراءت شام کے علاوہ تمام اسلامی شہروں میں بھی شائع تھی۔ آپ کی وفات دس محرم الحرام ۱۱۸ ہجری کو دمشق میں ہوئی نور اللہ مرقدہ۔[6]

علمی مقام و مرتبہ:

اِمام ابن عامر شامی تابعی ہونے کے ساتھ خالص عربی النسل تھے، ان کے بارے میں امام الذہبی یوں بیان کرتے ہیں:

"ھومن التابعین،ومن علماء الطبقة الثالثة۔"[7]

"وہ تابعی ہونے کے ساتھ طبقہ ثلاثہ کے علماء میں شامل ہیں۔"

وہ اہلِ شام کے واحد قاری ہیں جن کی مثال رہتی دنیا تک نہیں ملتی۔ احمد بن عبد اللہ عجلیؒ فرماتے ہیں:

"ابن عامرالشامی ثقةٌ۔"[8]

"ابن عامر شامیؒ اپنے وقت کا ثقہ ہے۔"

Muhammad,bin al-Jazrī,Al Nashar fil Qiraāt al AṢhar,Al Maktabah al Tajāriyah al Kūbrah, Egypt, 4/1

5 محمد سالم، محَیسن، المہذب فی القراءات العشر، المکتبۃ الازہریۃ للتراث، القاہرۃ، 1417ھ، ج1، ص9

Muhammad bin Sālīm,Muhaysīn,Al Mūhazab fil Qiraāt al Ashar,Al Maktabah al Azharīyah Lil Tūrāth,al Qāhrahīrah,1417 H,Vio.1,P.9

6 الذہبی، معرفۃ القراء الکبار، ج1، ص85

Al-ḍahbi, Marīfat Qurrā al Kībār, 67/1

7 الذہبی، معرفۃ القراء الکبار، ج1، ص80

Al-ḍahbi,Marīfat Qurrā al Kībār,Vol.1,P.80

8 الذہبی، معرفۃ القراء الکبار، ج1، ص69

Al-ḍahbi,Marīfat Qurrā al Kībār,Vol.1,P.69

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آپ کے حلقۂ درس میں چار سو خلفائے وقت کا شامل ہو جانا اور قراءات میں آپ کی نیابت اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا مقام و مرتبہ بہت ہی اعلیٰ، عرفہ اور عالی شان ہے۔ کسی بھی انسان کے لیے تابعی ہونا بھی بہت بڑی کامیابی ہے۔ حضرت اِمام ابن عامر شامی بذاتِ خود جلیل القدر تابعی لوگوں میں شامل ہیں۔ جنہوں نے براہ راست صحابہ کرام سے قرآن پاک پڑھا۔ خاص کر انہوں نے صحابی رسول حضرت ابو درداءؓ، حضرت واثلہ اور حضرت عثمان بن عفان سے براہِ راست قرآن پڑھا ہے۔ یہ تینوں حضرات اصحابِ کرام نے حضور اقدس ﷺ سے قرآنِ مجید پڑھا۔

اِمام ابن عامر شامی سند کی رو سے قراءِ سبعہ میں سب سے اعلیٰ سند کے حامل ہے۔ دیگر قراءِ کرامؒ کی اسناد بھی درست ہیں مگر ابن عامر شامیؒ کی سند سب سے بالا و برتر ہے۔ ابن عامر شامیؒ قراءات کے ساتھ حدیث میں بھی امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دونوں علوم میں وہ اعلیٰ درجے کا مقام رکھتے تھے۔ اِمام الذہبی (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"مُقرئ الشامیین فصدوق ماعلمت به بأسًا وقدتکلم فی قراءته من لایعلم وهی قراءة حسنةٌ"۔[9]

اہلِ شام کے مُقری اور صُدوق ہیں۔ میں ان میں کوئی حرج نہیں جانتا کہ آپ کی قراءت کی بابت میں ناواقف لوگوں نے بات کی ہے حالانکہ ان کی قراءت، قراءتِ حسنہ ہے۔ علامہ ابو نعیمؒ (م ۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"حدیثه مخرج فی صحیح مسلم،من رواته هشام بن ع مار احمد شیوخ البخاری کان عالما قاضیًا صدوقًا اتخذه اهل الشام امامًا فی قراءته واختیاره"۔[10]

جامع مسلم میں موصوفؒ کی حدیث مخرج ہے کہ منجملہ آپ کے روات ہشام بن عمارؒ ہے جو امام بخاریؒ کے مشائخ میں سے ہے۔ ہشامؒ اپنے وقت کا بہت بڑے عالم، قاضی اور سچے انسان تھے۔ شام والوں نے آپ کو امام تسلیم کیا اور آپ کی قراءت کو اختیار کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا:

"کان یأتم به فی الصلوة وجمع له منصبی الامامة والقضاء۔"[11]

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نمازوں میں آپ کی اقتداء کرتے تھے۔ امامت، قضاء کے ہر دو مناصب کی جامعیت سے انہوں نے آپ کو نوازا ہوا تھا۔ عبد اللہ بن عامر شامیؒ کے بہت سے شیوخ اور تلامذہ ہیں: اُن میں سے ابوالولید بن عمار ہشامؒ(

---

[9] الذہبی، میزان الاعتدال، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، 1389ھ، ج2، ص449

Al-ḍahbi,Mīzān al-Iatīdāl,Dār Al-Marīfah wal Nashar,Beirut,1389,Vol.2,P.449

[10] احمد بن عبد اللہ، الاصفہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الفکر، مصر، 1416ھ، ج2، ص120

Ahmad bin Abdullah,al-Asfahānī,ḥūlyatūl Awlīyā wa Tabqātūl al-Asfīyā,Dār Al-Fīkr, Misr,1416 H,Vil.2,P.120

[11] رشد قراءات ۲، تحقیقی ماہنامہ، کلیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ، لاہور، 2009ء، ج2، ص558

Rūshd Qīraāt2,Taḥqīqī Māhnāmah,Kūlīyah al-Quān al-Karīm wa Ulōmūl Islāmiyah,Lahore,2009,Vol.2,P.558

م۱۵۳-۲۴۵ھ)اور عبد اللہ بن احمد بن ذکوانؒ (م۱۷۳-۲۴۲ھ) زیادہ مشہور ہو کر رُوئے زمین پر یہی دو روایات پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں اور یہ اسی طرح متواتر ہیں جیسے سیدنا حفص عن عاصمؒ کی روایت متواتر اور مروج ہے۔[12]

قراءت کا لغوی مفہوم:

لفظِ قِراءۃ کا لغوی مفہوم یہ ہے: قراءۃ کی جمع قراءات آتی ہے جو قَرَءَ یَقرَءُ قِرَاءۃ کا مصدرِ سماعی ہے۔اس کا معنی پڑھنے کے ہیں۔[13] اہلِ لغت نے قراءات کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ کی ہیں: امام اصفہانی(م۵۰۲ھ) فرماتے ہیں :القراءۃُ ضَمُّ الحُرُوْفِ وَالکلمَاتِ بَعْضهَا اِلیٰ بَعْضٍ فِیْ التَّرْتِیْلِ۔[14] ترتیل کے ساتھ بعض حروف اور کلمات کو بعض کے ساتھ ملا دینے کو قراءت کہا جاتا ہے۔"

قرآنِ مجید میں سورہ قیامہ کی آیت نمبر۱۷-۱۸میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی طرف اشارہ فرمایا:اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَه وَ قرْآنَه،فَاِذَا قَرَاْنٰه فَاتَّبِعْ قُرْآنَه۔[15] اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ پس اس کا واضح کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ محمد بن یعقوب الفیروز آبادی (م۸۱۷ھ) یوں لکھتے ہیں:"القرآنُ التنزیل،قراءۃ وقرآنا،فھو قاری من قراءۃ وقُرّاء وقارئین تلاہ"۔[16] قرآن سے مُراد تنزیل ہے قراءت اور قرآن سے پڑھی ہوئی چیز مراد ہے قراءت کا مفہوم ہو یا قراء کا مفہوم یا قارئین کا مطلب ہو ان سب کا مقصد تلاوت ہے۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ اکثر علماء کے اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ لفظِ قراءت ایک جامع لفظ ہے کہ جس میں ملانا، جمع کرنا اور تلاوت کرنا سب شامل ہیں۔ میری بھی ذاتی یہی رائے ہے کہ قراءت کا لفظ ایک جامع اور عام لفظ ہے جس کے اندر مختلف معانی پائے جاتے ہیں جیسے ملانا، جمع کرنا، پڑھنا۔ کلامِ عرب میں عرفاً قاری اس شخص کو کہا جاتا ہے جو عبادت گزار اور پرہیز گار ہو۔ اسی طرح:"قَرَءَ یَقرَءُ" کا مصدر "قراءۃٌ" کے علاوہ "قرآن"

---

[12] ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج2، ص345

Ibn al-Jazrī,Ghāyat al-Nīhāyah fil Tabqāt al-Qūrrā, Dār Al-Kutub Al-Ilmīyah,Beirut,Vol.2,P.345

[13] ابو الحسن احمد، ابنُ الفارس، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، بیروت، 1399ھ، ج5، ص78

Abu al-Hasan Ahmad bin al-Fārse,Mūajam Mīqyas al-Llūghah,Dār Al-Fīkr, Beirut,1399 H,Vol.5,P.78

[14] حسین الراغب، الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، بیروت، 1412ھ، ج2، ص238

ḥūsain al-Rāghīb,al-Asfahānī,al-Mūfradāt fi Gharīb al-Qurān, Dār Al-Qalam,Beirut,1412 H,Vol.2,P.238

[15] قرآن مجید، سورۃ القیامہ آیت 17

Al-Qīyāmah:17

[16] محمد بن یعقوب، فیروزآبادی، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1426ھ، ج1، ص62

Muhammad bin Yaqōb,Feirōābādī,Al-Qāmōs al-Mūḥīṭ,Mūassisah al-Rīsālah,Beirut,1426 H,Vol.1,P.62

بھی آتا ہے، چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:(اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَه)۔[17] یقین رکھو کہ اس کو یاد کرانا اور پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر عربی زبان میں کبھی کبھی مصدر کو اسم مفعول کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کلام اللہ کو "قرآن" اُسی معنی میں لیا گیا ہے یعنی پڑھی ہوئی کتاب۔[18]

قراءت کا اصطلاحی مفہوم:

اہلِ علم نے قراءت کے مختلف اصطلاحی مفہوم بیان کیے ہیں: اُن میں سے امام ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے اپنی کتاب "لطائف الاشارات لفنون القراءات" میں بایں طور توضیحات کی ہے جو درج ذیل ہیں:

"علمٌ يعرف منه اتفاق الناقلين لكتاب الله،واختلافهم فى اللغة والاعراب والحذف والاثبات والتحريك والاسكان والفصل والاتصال وغيرذالك من هيئة النطق والابدال من حيث السماع، اوهى علم بكيفية اداءكلمات القرآن واختلافها معزوا الىٰ ناقله"۔[19]

"وُہ ایسا علم ہے جس کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے نقل کرنے والوں کا متفق ہونا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اور ان کا اختلاف کرنا لغت اور اعراب میں اور حذف اثبات میں، حرکت و سکون میں اور جدا کرنا اور ملانے میں اور ان کے علاوہ جو بھی بولنے اور ابدال کے قبیل سے ہو سماع کی حیثیت سے۔ یا یہ تعریف ہے کہ اس علم کا تعلق قرآنی کلمات کے ادا کرنے کے ساتھ ہو اور اس سے اختلاف کرنا نقل کرنے والے کی طرف نسبت ہو۔"

اِمام الزرقانی (م ۱۳۶۷ھ) فرماتے ہیں:

"مَذهبٌ يذهب اليه امام من ائمة القراء مخالفابه غيره فى النطق بالقرآن الكريم،مع اتفاق الروايات والطرق عنه،سواءكانت المخالفة فى نطق الحروف ام فى نطق هيئاتها"۔[20]

"قراءِ اکرام کے ائمہ میں سے کچھ لوگوں نے مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ہم فی النطق بالقرآن میں ان کے ساتھ نہیں۔ ہاں البتہ روایات و طرق میں ان کے ساتھ ہیں برابر ہے کہ یہ مخالفت نطقِ حروف کے قبیل سے ہو یا نطق کیفیت سے ہو۔"

---

[17] قرآن مجید، سورۃ القیامہ آیت 17

Al-Qīyāmah:17

[18] جلال الدین، السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1414ھ، ج1، ص52

Jalālū Din al-Sūyūtī,Al-Itqān fi Ulōmīl Qurān,Al-Hayatūl al-Misriyah.1414 H,Vol.1,P.52

[19] شہاب الدین، العسقلانی، لطائف الاشارات لفنون القراءات، مجمع الملک فہد، ریاض، 1434ھ، ج1، ص170

Shahābūl Din,al-Asqlānī,Laṭāifūl al-Ishārāt līfūnōn al-Qirāāt,Majma al-Malīk Fahd,Riaz,1434 H,Vol.1,P.170

[20] الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ج1، ص:489

Al-Zarqānī,Manāhīl al-Irfān fi Ulōmīl al-Qurā,Vol.1,P.489

علامہ القاضی (م۱۴۰۳ھ) لکھتے ہیں:

''هُوَعلمٌ يعرف به كيفيت النطق بالكمات القرآنية،وطريق ادائها اتفاقاً واختلافا،مع عزو كل وجه الىٰ نَاقِلِهٖ۔''[21]

''وہ علم ہے جس کے ذریعے سے معلوم کیا جاتا ہے نطق کی کیفیت کو قرآنی کلمات کے ساتھ اور ادا کرنے کا طریقہ بھی معلوم کیا جاتا ہے چاہے وہ اتفاقی ہو یا اختلافی احسن طریقے سے اور ناقل کی طرف وجہ کو منسوب کیا جاتا ہے۔''

اِمام ابنِ عامر شامی کی قراءت کے تفسیری اثرات کی روشنی میں چند آیات کی تفسیر کے لیے ایسے اہم مقامات پر بحث کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جس میں قراءاتِ متواترہ کے اختلاف کی وجہ سے امام ابنِ عامر شامی کے ساتھ دیگر قراء، مفسرین اور دورِ جدید کے ماہرِ قراءات محققین نے پُر تکلف بحث کی ہوں اور اُن کی ابحاث کی وجہ سے تفسیر میں خاصا اثر بھی پڑتا ہو۔ اب اِمام الشامیؒ کی قراءت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قرآنِ مجید میں سے ایسی تین آیاتِ کریمہ کو منتخب کیا گیا ہے جو اختلافِ قراءات کی وجہ سے مفسرین نے اپنی تفسیروں میں تفسیری اثرات کو ذکر بھی کیا ہو۔ اور ایک آیت کا تعلق قرآنی کلمات "افعال" سے دُوسری آیت "اسماء" سے اور تیسری آیت "حروف" سے متعلق ہو گی۔ سب سے پہلی وہ آیت پیشِ خدمت ہے جس کا تعلق کلماتِ قرآنی کے فعلِ مضارع سے متعلق ہے:

سورۃُالبقرۃ: آیت۱۰۔﴿فِيْ قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾

منافقین کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے اور زیادہ بڑھادیا، اور جو جھوٹ وہ بُولتے ہیں، اس کی پاداش میں ان کے لیے دَردناک سزا ہے۔

قراءِ عشرہ کے مذاہب:

☆ آیتِ مبارکہ (وَّلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ) میں دو قراءتوں کا ذکر ملتا ہے:

☆ (يَكْذِبُوْنَ) یا کو فتحہ، کاف کو ساکن جبکہ ذال کو مخفف پڑھا۔ یہ امام عاصم، امام حمزہ اور امام کسائی کی قراءت ہے۔

☆ (يُكَذِّبُوْنَ) یا کو ضمہ، کاف کو فتحہ جبکہ ذال کو مشدد پڑھا گیا۔ یہ امام ابن عامر شامی، امام نافع مدنی، امام ابن کثیر مکی اور امام ابو عمَرو بصریؒ کی قراءت ہے۔[22]

معانی قراءات ومفاہیم:

---

[21] عبد الفتاح، القاضی، البدور الزاہرۃ فی القرءات العشر المتواترۃ، دار الکتب العربیۃ، بیروت، ص51

Abdul Fattāḥ al-Qādhī,Al-Būdōrūl al-Zāhīrah fil Qirāāt al-Asharah,Dār Al-Kutub al-Arabīyah,Beirut,P.51

[22] ابو بکر احمد، بن مجاہد، کتاب السبعۃ فی القراءات، دار المعارف، مصر، 1400ھ، ص141

Abu Bakr Ahmad,bin Mūjāhid,Kītāb al-Sabah fil al-Qirāāt,Dār Al-Maārīf,Misr,1400 H,P.141

علامہ السمین الحلبیؒ (م۷۵۶ھ) اپنی مشہور تفسیر "الدرالمصون" میں فرماتے ہیں:"جس نے (یَكْذِبُوْنَ) مخفف پڑھا ہے اس وقت یہ فعل ایک مفعول کا متقاضی ہو گا(مطلب یہ ہو گا کہ صرف منافقین رسول اللہ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں)اور جسن نے (یُكَذِّبُوْنَ) مشدد پڑھا تو اس صورت میں معنی کو سمجھنے کے لیے ایک محذوف مفعول کو اضافہ ماننا پڑے گا یعنی محذوف عبارت (بِمَا كَانُوْا يُكَذِّبُوْنَ الرَّسُوْلَ وَالقُرْآنَ) ہو گی۔اس قراءت کی بنیاد پر آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ منافق لوگ رسولِ اکرم ﷺ اور قرآن دونوں کو جھٹلاتے ہیں،یا یہاں مشدد مخفف کے معنی میں ہے کہ وہ صرف رسولِ مکرم ﷺ کی رسالت کا انکاری ہیں۔[23]

قراءات کے تفسیری اثرات:

علامہ الحلبیؒ کی تشریح کے مطابق ذکرشدہ آیتِ کریمہ میں جن قراءات کا تذکرہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ تخفیف والی قراءت کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ منافقین جو خُدا تعالیٰ کی طرف سے عَذَابٌ اَلِيْمٌ کے مستحق ہوئے ہیں اپنے کذب کے سبب سے جو کہ ظاہری طور پر مسلمان اور ایمان دار سمجھے جاتے تھے درانحالیکہ وہ باطن میں کافر تھے۔پس وہ تو اپنے اُن اقوال(آمَنَّا بِاللهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ) میں جھوٹے تھے۔ اور تشدید والی قراءت کا مفہوم یہ ہو گا کہ منافقین نبی مکرم ﷺ کو جھٹلانے کی وجہ سے دردناک عذاب کا حق دار ٹھہرے ہیں ۔اِس بارے میں مفسرین اور قراءِ کرام کے اقوال کو ضرورت کے مطابق لایا گیا ہے تاکہ مفہومِ مطالب سمجھنے میں کوئی پریشانی نہ ہو:

اِمام القیسی(م۴۳۷ھ) لکھتے ہیں:

"والقراءتانِ متداخلتان ترجع الیٰ معنى واحدٍ،لانَّ من كذب رسالة الرسل وحجَّة النبَّوة فهو كاذبٌ علىٰ الله ومن كذب الله وجحد تنزيله فهو مكذب بما انزل الله تعالیٰ"۔[24] اِمام مکی بن ابی طالب القیسیؒ فرماتے ہیں کہ "دومُتداخل قراءات"ایک معنی کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔اس لیے کہ جس نے رسالتِ رسول ﷺ اور حجتِ نبوت کو جھٹلاتا ہے درحقیقت وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو جھٹلاتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی اور اس کی نازل کردہ کتاب کا انکار کیا درحقیقت وہ جھٹلانے والا ہو گا اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔"اسی طرح علامہ ابوعمر والدانیؒ کا مذہب بھی ہے کہ جب کسی بھی کلمہ میں لفظ و معنی کا اختلاف پایا جائے درانحالیکہ وہ

---

[23] شہاب الدین السمین،الحلبی،الدرالمصون فی علوم الکتاب المکنون،دارالقلم،دمشق،ج1،ص131

Shahābūl Din,Al-Samīn al-ḥalbī Al-Dūrrūl MaṢōn fi Ulōm al-Kitāb al-Maknōn,Dār Al-Qalam,Damīshq,Vol.1,P.131

[24] مکی ابی طالب،القیسی،الکشف عن وجوہ القراءات السبع،ج1،ص229

Makkī Abī Tālīb,Al-Qaisī,Al-Kashf an ōjōh al-Qirāāt al-Sabah,Vol.1,P.229

کلمہ اِجْتِمَاعِ قِرَاءَتَیْن کا بھی احتمال رکھتا ہو اور اس اجتماعیت میں تضاد نہ ہو تو موصوف علیہ رحمہ باایں الفاظ تحریر کرتے ہیں:

"وکذا(بماکانوا یکذبون)بتخفیف الذال وبتشدیدھا،لان المراد بھاتین القراءتین جمیعًا ھم المنافقون، وذالك انھم کانوا یکذبون فی اخبارھم،ویکذبون النبی فیماجاءبه من عندالله تعالیٰ،فالامران جمیعًا مجتمعانِ لھم،فاخبرالله تعالیٰ بذالك عنھم واعلمنا انه معذبھم بھما"۔[25] اور اسی طرح (بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ) کو تخفیف اور تشدید کے ساتھ پڑھا گیاہے،اس لیے کہ دونوں قراءتوں کی مراد منافقین ہی ہے۔ وہ لوگ اپنی باتوں میں جھوٹ بولتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کو جھٹلاتے تھے اس چیز کے بارے میں جو مُنزل عند اللہ ہوتی تھی۔ پس دونوں حکم انہی کے لیے جمع ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے ان کو خبر دی ہے۔ ہم بھی خوب جانتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ منافقین کو اسی کِذْب وتَکْذِیْب کی وجہ سے ضروردردناک عذاب دیںگے۔" اِس بارے میں امام ابن تیمیہؒ(م۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

"فی(یکذبون قراءتان مشھورتان،فانھم کذبوا فی قولھم(آمنابالله وبالیوم الآخر(وکذبوا الرسول فی الباطن وان صدقوہ فی الظاھر"۔[26] (یَکْذِبُوْنَ) میں دو مشہور قراءات ہیں۔ پس انہوں نے جھوٹ بولے اپنے قول (آمَنَّا بِاللهِ وَبِالْیَوْمِ الآخِرِ) میں۔اور باطن میں رسولِ مکرم ﷺ سے بھی جھوٹ بولے اگر چہ ظاہری طور پر منافقین نے رسولِ اکرم ﷺ کی تصدیق کی اورامام ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں:وقولھم(بما کانوا یکذبون)وقرئ (یکذبون)وقدکانوا متصفین بھذا وھٰذا،فانھم کانوا کذبة ویکذبون بالغیب یجمعون بین ھٰذا وھٰذا۔[27]اور ان کے اقول(بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ)اور یہ بھی پڑھا گیا(یُکَذِّبُوْنَ)اور تحقیق وہ لوگ مُتَّصِفْ تھے انہی اوصاف کے ساتھ۔ حقیقت میں وہ جھوٹے تھے اور غیب کو بھی جھٹلاتے تھے۔ کذب اور تکذیب ان کے دلوں میں جمع ہوگئے تھے۔ اور ابواسحاق الزُجاج النحوی(م۳۱۱ھ) اِن الفاظ کے ساتھ توضیح فرمائی ہیں:

---

[25] ابو عمرو عثمان، الدانی، الاحرف السبعۃ للقرآن، مکتبۃ المنارۃ۔ مکۃ المکرمۃ، 1408ھ، ص48

Abu Umar Uthman,Al-Danī,Al-Ahrūf al-Sabah Lil Qurān,Mahtabt al-Mnārah,Makah Mūkkaramah,1408 H,P48

[26] تقی الدین، ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، 1423ھ، ج7، ص182

Taqīyūl Din,Ibnī Taymīyah,Majmal al-Fatāwa,Majma al-Malīk Fahd,1423 H,Vol.7,P.182

[27] اسماعیل بن عمر، بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، بیروت، 1420ھ، ج1، ص88

Ismaīl bin Umar,bin Kathīr,Tafsīr al-Qurān al-Azīm,Dār Al-Tayībah lil Nashr wa Tawzī, Beirut,1420 H,Vol.1, p.88

"ویقرأ یکذبون،فمن قرأ"یکذبون"بالتخفیف،فان کذبھم قولھم انھم مؤمنون،قال عزوجل:(وماھم بمؤمنین) واما یکذبون بالتثقیل فمعناہ بتکذیبھم النبی"۔[28] دونوں مفاہیم و معانی کی مراد سیاق و سباق کے اعتبار سے ایک مطلب رکھتے ہیں۔ درحقیقت منافقین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزِ قیامت جو عذابِ الیم ملے گا وہ ان کے کذب اور تکذیب کی وجہ سے ہی ہو گا۔[29]

اور دوسری آیتِ مبارکہ کو منتخب کیا گیا ہے جو قرآنی کلمات "حروف" سے تعلق رکھتی ہے جو درج ذیل ہیں:

سُورۃُالبقرۃ: آیت ۱۱۶۔

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ﴾

اُن کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پاک ہے اِن باتوں سے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ زمین اور آسمانوں کی تمام موجودات اُس کی مِلک ہیں، سب کے سب اس کے مطیع فرمان ہیں۔

قراءِ متواترہ کا مذہب:

☆ قرآنی الفاظ:(وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ) میں دو قراءتوں کا ذکر ملتا ہے:

☆ (قَالُوْا)واو عطف کے بغیر پڑھا گیا ہے۔ یہ امام عبداللہ بن عامر شامیؒ کی قراءت ہے

☆ (وَقَالُوْا)واو عطف کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ باقی تمام قراءِ عشرہ کی قراءت ہے۔[30]

قراءات کے معانی:

قراءات کے معانی اور مفاہیم کو درست طریقہ سے علامہ السمین الحلبی(م۷۵۶ھ) نے خوبصورت انداز میں قراءات صحیحہ متواترہ کی وجوہات کو جو اِس آیتِ کریمہ میں وارد ہوئی ہیں بیان کرنے کے ساتھ ہر قراءت کی حجت کی وجوہ بھی زیرِ قلم لانے کی کوشش کی گئی ہے، موصوف علیہ رحمہ کی توضیحات درج ذیل ہیں:

"الجمھور:(وَقَالُوْا) بالواوعطفًا لھذہ الجملة الخبرية علیٰ ما قبلھا وھو احسن فی الربط،وقیل:ھی معطوفة علیٰ قوله:(وَسَعیٰ)فیکون قدعطف علیٰ الصلة مع الفعل بھٰذہ الجمل الکثیرة،وھٰذا ینبغی ان یُنزَّہ القرآنُ

---

[28] ابراہیم بن السری، الزجاج، معانی القرآن واعرابہ، عالم الکتب، بیروت، 1408ھ، ج1، ص87

Ibrāhīm bin al-Sarī,Al- Zūjāj,Mānī al-Qurān wa Iarābūh,Ālamūl al-Kūtūb,Beirut,1408 H,Vol.1, p.87

[29] عبدالواحد، السوزان، الاختلاف فی القراءات القرآنیۃ، جامعۃ الانبار للعلوم الاسلامیۃ، ج2، ص6

Abdul Wāḥīd,Al-Sūzān,Al-Ikhtīlāf fi al-Qrāāt al-Qurānīyah,Jāmīah al-Anbār,Vol.3,P.6

[30] ابوحیان، الاندلسی، البحر المحیط فی التفسیر، ج1، ص88

Abu ḥayān,Al-Andlūsī,Al-Baḥrūl al-Mūḥīṭ fi Al-Tafsīr,Vol.1,P.88

عن مثله.وقرأ ابن عامر.وكذالك هى فى مصاحف الشام"قَالُوْا"من غير واو،وذالك يحتمل وجهين، احدهما:الاستئناف.الثانى:حذفُ حرفِ العطف وهومرادٌ،استغناءُ عنه بربط الضمير بماقبل هٰذه الجملة "۔[31]

"علامہ السمین الحلبیؒ نے فرمایا کہ جمہور قراءِ کرام نے "وَقَالُوْا" واو عطفہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ ما قبل کلام کے لیے جملہ خبریہ ہو گا۔ سب سے احسن اور اچھا ربط ہے۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَسَعیٰ" کے لیے یہ جملہ معطوفہ ہے۔ اس صورت میں اس کا عطف اس صِلہ پر ہو گا جو فعل کے ساتھ جملہ کثیرہ میں مذکور ہے۔ قولِ ثانی کے مطابق قوِیُ امکان یہ ہے کہ قرآن مجید اس طرح امثلہ سے پاک ہے یعنی اس جیسی تاویل قرآن پاک میں بہت کم کی جاتی ہے۔ یہ ترکیبی لحاظ سے بھی کما حقہ درست نہیں اور امام ابن عامر شامیؒ و مصاحف شام میں "قَالُوْا" واو عطفہ کے بغیر پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں کلام دو وجوہ کا احتمال رکھتا ہے۔ اَوَّل: یہ ہے کہ یہ جملہ مستنانفہ ہے اس صورت میں واو کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لہٰذا واو کے بغیر تذکرہ کیا گیا ہے۔ ثَانی: یہ ہے کہ لفظی طور پر حرفِ عطف محذوف ہے۔ معنوی لحاظ سے واو موجود ہے۔ عام طور پر "قَالُوْا" والے جملے کو اس ضمیرِ ربط کی ضرورت نہیں ہوتی جس کا ذکر جملہ سے قبل کیا گیا ہے۔ میری ذاتی رائے یہی ہے کہ اس کو جملہ مستانفہ ہی مان لیا جائے تو بہتر ہو گا۔ اگر واو کے ساتھ پڑھا جائے تو اس صورت میں واو کو عطفہ ہی ماننا طریقۂ احسن ہو گا۔

تفسیری اثرات

قراءاتِ قرآنیہ کے تفسیری اثرات کو مختلف زاویہ سے دیکھنے کے لیے علامہ الزمخشریؒ نے اپنی تفسیر "الکشاف" میں اور علامہ السمین الحلبیؒ نے اپنی تفسیر "الدرالمصون" میں اِس آیتِ مبارکہ کے اختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات کو بڑی تفصیل اور باریکی کے ساتھ مختلف اقوال کی روشنی میں بحث کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

علامہ الزمخشری(م۵۳۸ھ) فرماتے ہیں:

"وَقالُوا"وقرئ بغير واو،يريد الذين قالوا المسيح ابن اللَّه وعزير ابن اللَّه والملائكة بنات اللَّه.سُبْحانَهُ تنزيه له عن ذلك وتبعيد بَلْ لَهُ ما فِي السَّماواتِ وَالْأَرْضِ هوخالقه ومالكه،ومن جملته الملائكة وعزير والمسيح كُلٌّ لَهُ قانِتُونَ منقادون،لايمتنع شيء منه على تكوينه وتقديره ومشيئته،ومن كان بهذه الصفة لم يجانس، ومن حق الولد أن يكون من جنس الوالد.والتنوين في:(كلّ)عوض من المضاف إليه،أى كل ما في السموات والأرض.ويجوز أن يراد كلّ من جعلوه للَّه ولداً له قانتون مطيعون عابدون مقرون بالربوبية منكرون لما أضافوا إليهم".[32]

---

31 السمین الحلبی، الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون، ج2، ص83

Al-Samīn al-ḥalbī Al-Dūrrūl MaṢōn fi Ulōm al-Kitāb al-Maknōn,Vol.2,P.83

32 محمود بن عمرو، الزمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، بیروت، 1407ھ، ج1، ص180

Mahmōd bin Amar,Al-Zimakhsharī,Al-Kashāf an ḥaqāyīq Ghawāmīz al-Tanzīl,Dār Al-Kutub al-Arabī,Beirut,1407 H,Vol.1,P.180

"وَقالُوا" فعل ماضی کو واو کے بغیر بڑھا گیا ہے، مراد اِس سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ "المسیح" اللہ کا بیٹا ہے اور "عزیر" بھی اللہ کا بیٹا ہے جبکہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بارے میں آیت نازل فرما کر اپنی بندگی کی طرف توجہ دلائی کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اِن کا خالق اور مالک میں ہی ہوں، مثال کے طور پر 'الملائکۃ" اور "عزیر والمسیح" تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمان بردار بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کے تکوین، تقدیر اور مشیت کے بارے میں کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی، اور جو اِن صفات کے ساتھ متصف ہو تو اس کا جسم نہیں ہوتا، اور بیٹا کا حق یہ ہے کہ وہ باپ کے جنس سے ہو۔ اور تنوین جو لفظِ "کلّ" کے ساتھ آئی ہے مضاف الیہ کے عوض میں ہے، یعنی ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ اور مناسب یہ ہے کہ لفظِ "کل" سے یہ مراد لی جائے کہ جنہوں نے اللہ کے لیے بیٹا بنایا ہے وہ فرمان بردار، اطاعت کرنے والا، عبادت گزار اور ربوبیت کا اقرار کرنے والا ہو، اور ساتھ ہی انکار کرنے والا ہو ہر اُس چیز کا جس کی اضافت اللہ تعالیٰ طرف کی گئی ہے۔

علامہ السمین الحلبیؒ کی توضیح یہ ہے:

وہ ایک مذہب کو مد نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: " قراءتِ ابن عامر شامیؒ میں واو کو حذف کیا گیا یعنی "قَالُوْا" پڑھا گیا ہے۔ حذفِ واو کی صورت میں دو وجوہ بنتی ہیں۔ اول: یہ ہے کہ مذکورہ جملہ "قَالُوْااتَّخَذَاللهَ وَلَدًا" ما قبل جملہ "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَااسْمُهُ وَسَعىٰ فِيْ خَرَابِهَا" سے ملا ہوا ہے۔[33] مذکورہ جملہ کلام میں کفار کے ان تمام گروہ کو شامل کیا گیا جو اسلام کے خلاف ہمہ وقت بر سر پیکر تھے۔ کفار اِسی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ کفار ہمہ وقت ایسے مواقع و مواضع کی تلاش میں ہوتے ہیں کہ امتِ مسلمہ کو کسی طرح بھی غلامی میں رکھ کر ان کو اذیت دی جائے۔ اگر جملہ میں تاویل کو تسلیم کرے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کہا کہ "اِتَّخَذَاللهُ" سے مراد وہ جملہ ہو گا جس کا ذکر قبل ازیں گزر چکا ہے۔ اس وقت مناسب یہ ہو گا کہ واوما قبل جملہ کے التباس کے لیے ہو گا۔ ایک اور مثال "وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا اُوْلآئكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ" ہے۔[34] اور اگر "وَهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ" کی طرح مان لیا جائے تو اچھی بات ہو گی۔ اس صورت میں ما قبل جملے کا مابعد والے جملہ سے التباس اور ارتباط کی صورت میں واو سے مستغنی ہو گا۔ ایک اور مثال سے بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ "سَيَقُوْلُوْنَ ثَلَاثَةٌ

33 قرآن مجید، سورۃ البقرۃ:114

Al-Baqarah:114

34 قرآن مجید، سورۃ البقرۃ:39

Al-Baqarah:39

رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ"۔[35] اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ "وَرَابِعُهُمْ"جیسا کہ اور مقام میں "وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ" آیاہے۔[36] اگر واو کو حذف کر دیا جائے جیسا کہ اس سے قبل حذف کر دیا گیا تھا۔ اس صورت میں اس واو کی ضرورت نہ ہو گی جو دو جملوں کی ملابست کے لیے لایا جاتا ہے قابل تعریف طریقہ اور قابل اعتماد عمل ہو گا۔ ایک اوروجہ یہ بھی ہے کہ اس کو جملہ مُستانفہ مان لیا جائے اور ما قبل جملہ سے اس کا عطف نہ کیا جائے تو درست بات ہو گی۔[37]

دکتور عبد الواحد لکھتے ہیں:

"وقد رای السمین الحلبی ان"وقالوا"باثبات الواوعلیٰ قراءة الجمهور آکِد فی الربط فیکون عطف جملة خبرية علیٰ جملة مثلها،وقال:هوعطف علیٰ قوله"وسعیٰ فی خرابها"فيكون معطوفا علیٰ معطوف الصلة، وفصل بينهما بالجمل الكثيرة،وهذا بعيد جدًا،ينزه القرآن عن مثله- ومع وجاهة مثل هذه التعليلات اللغوية،فانها ربما تفوت علينا اعتبارالقيمة الحقيقة لتغاير القراءات القرآنية-وهی قيمة نفطن اليها-حسبما نفهمه فی اختلاف القراءات-اذلم يقع التغايرالقرآنی هٰهنا للاكتفاء باحدالوجهين عن الآخر،وانما فی القراءتين استخدام اسلوبين من اساليب التعبير القرآنی"-[38]

تحقیق علامہ السمین الحلبیؒ نے واو والی قراءت (وَقَالُوْا) جمہور قراءِ کرام کی قراءت کو پسند کر کے ربط کے بارے میں تاکید فرمائی ہے کہ یہاں جملہ خبریہ کا عطف جملہ خبریہ کے ساتھ کیا ہے اور ساتھ ہی کہا کہ اس کا عطف (وَسَعیٰ فِیْ خَرَابِهَا) پر ہو گا۔ پس اس کا عطف صِلہ پر ہو گا اور دونوں جملوں کے درمیان فصل جملہ کثیرہ کے ساتھ ہو گی۔ یہ بہت دور کی بات ہے اور قرآن مجید اس جیسی مثالوں سے پاک ہے اور اس خوبصورت تعلیلات لغویہ کی مثالوں سے ہم پر بعض اوقات فرق نظر آتا ہے کہ قوموں کی حقیقت کا اعتبار کرنا تغایرِ قراءاتِ قرآنیہ کے لیے ہے کیونکہ اہل عرب بڑی زیرک قوم تھی اور عربی زبان بھی دنیا میں مشہور، معروف اور فصیح ترین تھی۔ حسبِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت ہم ان سے اختلافِ قراءات کو معلوم کرنے کی کوشش بھی کرتے رہتے ہیں۔

---

35 قرآن مجید، سورۃ الکہف22

Al-Kahf:22

36 قرآن مجید، سورۃ الکہف22

Al-Kahf:22

37 ابو علی الحسن، الفارسی، الحجۃ للقراء السبعۃ، دار المالوف للتراث، الطبعۃ الثانیۃ، بیروت، 1413ھ، ج2، ص202

Abu Ali al-ḥasan,Al-Fārsī,Al-ḥūjjah lil Qirāāt al-Sabah,Dār Al-Mālōf Al-Tūrāth, Beirut,1413 H, Vol.2, p.202

38 عبد الواحد، دکتور، الاختلاف فی القراءات القرآنیۃ، ج2، ص14

Abdul Wāḥīd,Dotor,Al-Ikhtīlāf fi al-Qirāāt al-Qurānīyah,Vol.2,P.14

یہاں تغایر قرآئی سے مراد یہ نہیں ہے کہ دو وجوہ میں سے ایک وجہ پر اکتفاء کیا جائے، بلکہ دو قراءتوں کو مختلف طریقوں سے پیش کرنا، یہ تعبیرِ قرآنی کے اسلوب میں سے ایک اہم سلب ہے۔ یہ اختلاف، قراءات کو ادا کرنے میں بہت خوبصورت وسعت دیتا ہے۔ ماقبل جملہ کا مابعد جملہ سے وصل کرنا بہت ہی حسین اور فصل کرنا بھی بہت ہی خوبصورت ہے۔ حرفِ آخر یہ ہے کہ مذکورہ دونوں قراءات کو ایک منظم اسلوب کے تحت بیان کرنا قابلِ تعریف بات ہوگی۔ اور تیسری آیت کو منتخب کیا گیا ہے جو قرآنی کلمات "اسماء" سے متعلق ہے جو درج ذیل ہیں:

سورۃُ الاسراء: آیت ۳۸۔ ﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهاً﴾

اِن امور میں سے ہر ایک کا بُرا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

قراءِ کرام کے مذاہب:

☆ قرآنی کلمات (كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ) میں دو قراءتوں کا تذکرہ ملتا ہے:

☆ (كَانَ سَيِّئُهُ) ہمزہ کو ضمہ جبکہ ھا کو الٹا پیش سے پڑھا گیا۔ یہ امام ابنِ عامرؒ اور کوفیین کی قراءت ہے

☆ (كَانَ سَيِّئَةً) ہمزہ کو فتحہ جبکہ تاء تانیث تنوین سے پڑھا گیا۔ یہ باقی تمام قراءِ عشرہ کی قراءت ہے۔[39]

معانی قراءات و مفہوم:

قراءات کے معانی کو بیان کرنے میں امام الحسین بن احمد جو ابنِ خالویہؒ اور امام ابو منصور محمد بن احمد الہروی المعروف بالازہریؒ کی توضیحات کو بقدرِ ضرورت بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ قراءِ کرام علوم القرآن میں سے خاص کر علم القراءات میں لامثال ہیں قراءات کی حجتیں اور دلائل کو بہت ہی آسان اور مختصر سے بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں: امام ابن خالویہ (م ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"قوله تعالىٰ: "كانَ سَيِّئُهُ"يقرأ بفتح الهمزة وإعراب الهاء وتنوينها،وبرفع الهمزة وضمّ الهاء،لأنها هاء كناية .فالحجة لمن فتح الهمزة وأعرب الهاء:أنه جعلها واحدة من السّيئات.ودليله أن كل ما نهى الله عز وجل عنه سيئ مكروه،ليس فيه مستحسن لقوله:خَلَطُوا عَمَلًا صالِحاً وَآخَرَ سَيِّئاً [40] فالسيئ:ضد الصالح. والحجة لمن قرأه بالإضافة قوله:(مكروها).ولو أراد السّيئة لقال مكروهة،لأنها أقرب من(ذلك) ".[41]

---

[39] ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، ج2، ص307

Ibn al-Jazrī,Al Nashar fil Qiraāt al AṢhar,Vol.2,P.307

[40] قرآن مجید، سورۃ التوبۃ102

Al-Tawbah:102

[41] الحسین بن احمد، بن خالویہ، الحجۃ فی القراءات السبع، دار الشروق، بیروت، 1401ھ، ص217

Al-ḥusain bin Ahmad bin Khālwaih,Al-ḥujjah fil Qirāāt al-Sabah,Dār Al-Shūrōq, Beirut,1404 H, p.217

اللہ تعالیٰ کا قول:" کانَ سَيِّئُهُ" میں ہمزہ کو فتحہ ،ھا کو اعراب و تنوین کے ساتھ پڑھا گیا،اور رفعِ ہمزہ اور ضمِ الھاء سے بھی پڑھا گیا اس لیے کہ یہاں پر "ھا" کنایہ کے لیے ہے۔ حجت ان کی جنھوں نے ہمزہ کو فتحہ اور ھا کو اعراب کے ساتھ پڑھاہے ان کے ہاں لفظِ "سَيِّئَةً" واحد ہے "السّيئات" کے لیے ۔اور دلیل یہ ہے کہ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع کیا گیاہو وہ برا اور مکروہ ہونے کے ساتھ اس میں اچھائی بھی نہیں ہوتی،اس پر سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۰۲ "خَلَطُوا عَمَلًا صالِحاً وَآخَرَ سَيِّئاً" دلیل ہے۔ پس برائی یہ اچھائی کی ضد ہے۔ حجت ان کی جنھوں نے لفظِ "سَيِّئُهُ" کو اضافت کے ساتھ پڑھاہے وہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی برائی کا ارادہ کرے تو اس کو مکروہ ہی سمجھا جائے گا،اس وجہ سے کہ وہ اس کے زیادہ قریب ہے۔ دلیل یہ کہ حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءت میں:" كلّ ذلك كان سيئاته عند ربّك" کے الفاظ موجود ہیں۔ پس اگر کہا جائے کہ لفظِ "کل" جمع کا متقاضی ہے تو اس کے بعد جمع کیوں آتی ہے ؟۔ پس یہ کہہ دیں کہ جو اس کے بعد آتا ہے وہ جمع کے معنی میں ہو گا،اور اگر وہ لفظِ واحد کے ساتھ آجائے تو اس کا مابعد معنوی اعتبار سے جمع میں شامل ہے،اور اگر مابعد واحد کے ساتھ آجائے تو لفظ کا اعتبار کر کے فیصلہ کیا جائے گا۔

امام الازہریؒ (م ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا قول:" كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ" کو قراءِ سبعہ میں سے امام ابنِ کثیر مکیؒ،امام نافع المدنی،امام ابو عمرو بصریؒ اور قراءِ ثلاثہ میں سے امام یعقوب بصریؒ نے "سَيِّئَةً" صیغہ مؤنث مع التنوین کے ساتھ پڑھا۔اور باقی قراءِ کرامؒ نے "سَيِّئُهُ" مذکر کی طرف اضافت کرتے ہوئے بغیر تنوین کے پڑھاہے۔ امام ابو منصورؒ نے پہلی قراءت:"سَيِّئَةً" کا یہ مفہوم بیان کیاہے کہ ما قبل آیات میں جن برائیوں کا ذکر ہوا ہے وہ تمام کے تمام مراد ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلی طور پر غلطی ہی ہیں،اور جنھوں نے "سَيِّئُهُ" پڑھاہے یہ اختیار کردہ کام اُن کے نزدیک برائی اور اچھائی دونوں کو شامل ہو گا،یہ اس وجہ سے کہ اس میں "وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا "،"وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ " اور "وأَوْفُوا بالعَهْدِ" والی آیات موجود ہیں۔ پس اگر اس کو برائی کی تلاش میں جاری رکھتے ہو تو یہاں "سَيِّئَةً" کی بنسبت "فَسَيِّئُهُ" لاناسب سے اچھا ہو گا۔ اور جنھوں نے "سَيِّئَةً" پڑھاہے ان کے ہاں یہ کلی طور پر صرف منع شدہ کو احاطہ کرے گا،اور مفہوم یہ ہو گا:ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع کیا گیاہے وہ یقینی طور پر بُرا اور ناپسندیدہ ہی ہے۔[42]

قراءات کے تفسیری اثرات:

---

42 ابو منصور محمد،الازہری،معانی القراءات للازہری،مرکز البحوث فی کلیۃ الآداب،جامعۃ الملک سعود،1412ھ،ج2،ص95

Abu Mansōr Muhammad,Al-Azhrī,Mānīl al-Qirāāt lil Azhrī,Jāmīah Saōd,1412 H,Vol.2,P.95

قراءات کے تفسیری اثرات کو بیان کرنے کے لیے علامہ عبدالحق بن غالب، المعروف بابن عطیہؒ(م ۵۴۲ھ)اور امام جمال الدین ابوالفرج المعروف بابنِ الجوزیؒ(م۵۹۷ھ) کے اقوال کو دلکش اور احسن انداز میں ترتیب دینے کے ساتھ تجزیہ بھی کیا گیاہے، دونوں موصوف رحمہااللہ تعالیٰ علمُ التفسیر: خاص کر علوم القرآن اورالقراءات میں بہت ہی عمدہ مقام رکھتے ہیں امام ابنِ عطیہؒ یوں فرماتے ہیں:

"قوله تعالیٰ:"كُلُّ ذٰلِكَ كانَ سَيِّئُهُ"الآية،قرأ ابن كثير ونافع وأبوعمرو،وأبوجعفر والأعرج"سيئة"،وقرأ عاصم وابن عامر وحمزة والكسائي والحسن ومسروق"سيئه"علیٰ إضافة سيىء إلیٰ الضمير،والإشارة علیٰ القراءة الأولیٰ إلیٰ ما تقدم ذكره مما نهي عنه كقول أف وقذف الناس والمرح وغير ذلك،والإشارة علیٰ القراءة الثانية إلیٰ جميع ما ذكر في هذه الآيات من بر ومعصية،ثم اختص ذكر السيّء منه بأنه مكروه عندالله تعالیٰ،فأمامن قرأ"سيئه"بالإضافة إلیٰ الضمير فإعراب قراءته بين:وسيىء اسم كانَ ومَكْرُوهاً خبرها ،وأما من قرأ"سيئة"فهي الخبر ل كانَ،واختلف الناس في إعراب قوله مَكْرُوهاً،فقالت فرقة هوخبر ثان ل كانَ حمله على لفظ كل،و"سيئة"محمول على المعنى في جميع هذه الأشياء المذكورة قبل،وقال بعضهم هو نعت ل سَيِّئُهُ لأنه لما كان تأنيثها غير حقيقي جاز أن توصف بمذكر".[43]

اللہ تعالیٰ کا قول:" كُلُّ ذٰلِكَ كانَ سَيِّئُهُ " آیت کو امام ابنِ کثیر ،نافع مدنی، ابوعمرو،ابوجعفر اوراَعرج نے "سَيِّئَةً "پڑھا،اورامام عاصم ،ابنِ عامر ،حمزہ، کسائی،حسن اور مسروق نے "سَيِّئُهُ" کی اضافت ضمیر کی طرف کرکے پڑھا ہے ۔پہلی قراءت میں اشارہ ماقبل جملہ کی طرف ہے جس کا ذکر"أف وقذف الناس والمرح وغير ذلك"کی شکل میں گزرچکاہے۔اوردُوسری قراءت میں اشارہ اُن تمام چیزوں کی طرف کیاگیاہے جس کا تذکرہ اِس آیت میں نیکی اور معصیت کی صورت میں موجودہیں۔

پھراُن میں سے برائی کو خاص کر ذکر کیاگیا،اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ پھرحال جنھوں نے "سَيِّئَةً" پڑھاہے اِس صورت میں یہ لفظِ" كانَ "کی خبر ہوگی۔اورلوگوں نے "مَكْرُوهاً" کے اعراب کے بارے میں اختلاف کیاہے:پس ایک جماعت نے کہا کہ یہ لفظِ" كانَ "کی دُوسری خبرہے،لہٰذا اس کا حمل لفظِ کل پر ہوگا اور لفظِ"سَيِّئَةً " معنوی طورپران تمام مذکورچیزوں پر محمول ہوگا۔اورکچھ لوگوں نے کہاکہ وہ لفظِ"سَيِّئُهُ" کے لیے صفت ہے،اس لیے کہ جب اس کی تانیث غیر حقیقی ہو تواس کی صفت کومذکرلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

43 عبدالحق،بن عطیۃ،المحررالوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،1422ھ،ج3،ص457

Abdul ḥaq bin Atīyah,Al-Mūḥarīr al-Wajīz,Dār Al-Kutub Al-Ilmīyah,Beirut,1422 H, Vol.3,p.457

امام ابن عطیہ اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" قاضی ابو محمد نے کہا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے " كان سيئاته "جمع کے ساتھ پڑھا ہے، اور اسی سے ایک اور روایت" كان سيئات "بغیر ہائے ضمیر والی بھی ملتی ہے، اوراسی سے " كان خبيثة "کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ اورامام ابن جریر الطبریؒ فرماتے ہیں کہ یہ تمام کے تمام نواہی کا عطف ماقبل آیت نمبر۲۳ "وَقَضى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ "پر ہو گا۔اور"ذٰلِكَ مِمَّا أَوْحى إِلَيْكَ رَبُّكَ" آیتِ مبارکہ کے بارے میں کوئی خاص توضیح نہیں ملی۔[44]

امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کافرمان:" كُلُّ ذٰلِكَ كانَ سَيِّئُهُ "کوامام ابن کثیرؒ، نافع مدنی، ابو عمروؒ نے "سَيِّئَةً "نونِ تنوین کے ساتھ بغیر مضاف کے، غلطی کے معنی میں پڑھا ہے، اس مفہوم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کا فرمان:" كُلُّ ذٰلِكَ " کا اشارہ صرف مذکور منع شدہ کاموں کے لیے ہو گا۔ اورامام عاصمؒ، ابن عامرؒ، حمزہؒ اور کسائیؒ نے "سَيِّئُهُ " مذکر مضاف پڑھا ہے، اس صورت میں لفظِ " كلّ" کا اشارہ ان تمام ذکر شدہ کاموں کی طرف ہو گا۔

اورایک بات مشہور ہے کہ امام ابو عمرو بصریؒ اِس قراءت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ امام الزجاج نے کہا ہے: یہ بات ابی عمروؒ کی طرف غلط منسوب کر دی گئی ہے، اس لیے کہ اُس تلاش وجستجو میں برائی اور اچھائی دونوں اوصاف موجود تھیں، اوراس میں ایسے امور موجود تھے جو والدین کے ساتھ نیکی کرنا، قریبی رشتہ داروں کی مدد کرنا، اپنے وعدوں کو پورا کرنا وغیرہ سے متعلق ہیں۔ پس یہ قراءت، نصب والی قراءت کی بنسبت بہتر ہے، اور اسی طرح ابو عبیدؒ نے فرمایا ہے: میں نے جب غور وفکر کیا اللہ تعالیٰ کے قول:

"وَقَضى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوالِدَيْنِ إِحْساناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُما أَوْ كِلاهُما فَلا تَقُلْ لَهُما أُفٍّ وَلا تَنْهَرْهُما وَقُلْ لَهُما قَوْلًا كَرِيماً"

”میں تو مجھے حاصل ہوا اس میں ایسے امور جو اچھے تھے۔ اورابو علیؒ نے کہا ہے کہ جس نے "سَيِّئَةً "پڑھا ہے تو اس نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول:"وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا" کے پاس بیشک کلام منقطع ہو چکا ہے۔“[45]

حاصلِ کلام:

---

44 ابن عطیۃ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، ج3، ص458

Ibn Atīyah,Al-Mūḥarīr al-Wajīz fil Kitāb al-Azīz,Vol.3,p.458

45 عبد الرحمن، بن الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، دار الکتاب العربی، بیروت، 1422ھ، ج3، ص25

Abdul Raḥmān bin Al-Jawzī,Zādūl al-Masīr fi Ilm al-Tafsīr,Dār Al-Kitāb Al-Arabī, Beirut,1422 H,Vol.3,p.25

اِمام عبد اللہ بن عامر شامیؒ کے حالات کو بیان کرنے کے بعد اس کی قراءت کے تفسیری اثرات کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ مجید میں سے تین مختلف موضوعات سے متعلق آیاتِ مبارکہ کو مقالے کا حصہ بنایا گیا ہے: پہلی منتخب شدہ آیت قرآنی کلمات "افعالِ مضارع" سے متعلق ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہیں:

☆۔ سورۃُ البقرۃ کی آیت دس میں دو مشہور قراءات پائی جاتی ہیں: تخفیف والی قراءت: "يَكْذِبُوْنَ" پڑھا گیا ہے، یہ جمہور قراء یعنی کوفیین کی قراءت ہے۔ مفسرین کی توضیحات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ فعلِ ثلاثی مجرد ایک فاعل اور ایک مفعول کا تقاضا کرتا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ حقیقت میں منافقین یومِ آخرت کا ظاہری طور پر تسلیم کرتے اور باطن میں انکار کرتے تھے۔ تشدید والی قراءت: "يُكَذِّبُوْنَ" پڑھنے کی صورت میں یہ امام ابنِ عامر شامیؒ اور قراءِ کوفیین کے علاوہ کی قراءت ہے۔ یہ چوں کہ ابوابِ ثلاثی مزید فیہ میں سے بابِ تفعیل کا صیغہ ہے اور اس باب کا خاصہ یہ ہے کہ فعل عام طور پر ایک فاعل اور دو مفعولوں کا تقاضا کرتا ہے اسی وجہ سے تشدید والی قراءت کی روشنی میں منافقین باطنی طور پر یومِ آخرت کے ساتھ ساتھ رسولِ مکرم ﷺ اور قرآنِ مجید کا بھی انکار کرتے تھے۔

☆۔ دوسری منتخب شدہ آیت قرآنی کلمات "اختلافِ حروف" سے تعلق رکھتی ہے: سورۃُ البقرہ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں دو قراءتوں کا تذکرہ کیا گیا، ایک طرف اِمام عبد اللہ بن عامر شامیؒ کی قراءت اور دوسری طرف باقی تمام قراءِ عشرہ کی قراءت شامل ہیں اور یہ دونوں قراءات قابلِ قبول ہیں، ماقبل آیات میں چونکہ اہل کتاب: یہود اور نصاریٰ کا تذکرہ ہو رہا ہے اس لیے عطف والی قراءت میں اصل یہ قول اہل کتاب کا ہی ہوگا اور باقی تمام مشرکین تبعاً شامل ہوں گے۔ اور حذفِ واو والی قراءت میں تمام کفار، یہود و نصاریٰ اور مشرک کے تمام لوگ اصولی طور پر شامل ہوں گے۔ آیت کو خواہ واو کے ساتھ بڑھی جائے خواہ واو کے بغیر بڑہی جائے دونوں طریقوں سے صحیح اور قراءاتِ عشرہ متواترہ میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنی اعجاز کے عین مطابق ہے اور یہ اختلاف در حقیقت تغایر اور تضاد کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ تطابق، آسانی مطالب اور مفہوم کے اعتبار سے ہے کیوں کہ ایک لحاظ سے یہود، نصاریٰ اور مشرکین کو ایک صف میں شامل کیا گیا ہے؟ اور دوسری قراءت کی بنیاد پر یہود اور نصاریٰ کو ایک صف میں جبکہ مشرکین کو دوسری صف میں شمار کیا گیا ہے۔

☆۔ تیسری آیت کو منتخب کیا گیا جو قرآنی کلمات "اختلافِ اسماء" سے متعلق ہے: سورۃُ الاسراء کی آیت ۳۸: "كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهاً" میں امام بنِ عامر شامیؒ کی قراءت، معانی قراءات اور تفسیری اثرات کو جائزہ لینے کے بعد دیگر مفسرین کی توضیحات کی بنیاد پر حل کیا گیا، اس میں یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ زیادہ تر اُن مفسرین کے اقوال کو خاطر میں لایا جائے جن کے نقطہ نظر مختلف ہوں اور ان کی تشریحات کی وجہ سے قرآنی اعجاز کے ہر ایک پہلو واضح ہو کر سامنے آجائے۔ پہلی قراءت: "سَيِّئُهٗ" جو زیادہ مشہور ہے، اس کے معانی اور تفسیری اثرات کو بیان کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر آدمی کسی بُرا کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ناپسندیدہ ہی سمجھا جائے گا اگرچہ اس میں اچھائی کا پہلو بھی موجود ہوتا ہے کیوں کہ اس کا یہ اختیار کیا ہوا کام اُن کے نزدیک برائی اور اچھائی دونوں کو شامل ہے، اس لیے کہ اس میں "والدین کے ساتھ احترام سے بات کرنے"، "اپنے رشتہ داروں، مساکین اور مسافر کو ان کا حق دینے" اور "اپنے وعدوں کو

پورا کرنے" والی آیات موجود ہیں، لہٰذا اِس قراءت کی بنیاد پر ما قبل آیات میں وُہ تمام کام مراد ہوں گی جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے خواہ وُہ برائی والے ہو یا اچھائی والے سب شامل ہیں۔

دُوسری قراءت: "سَيِّئَةً" اِمام ابنِ عامر شامیؒ اور کوفیین کے علاوہ کی قراءت ہے اس سے وہ تمام تر برائیاں مراد ہیں جن کا ذکر ما قبل آیات میں ہو چکا ہے جو درج ذیل ہیں:

"والدین کو اُف تک نہ کہنا، اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرنا، زنا کے قریب نہ جانا، قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرنا، مالِ یتیم کو ناحق نہ کہانا، تولنے میں کمی اور زیاتی سے کام نہ لینا، لاعلمی میں کسی چیز کے پیچھے نہ لگنا، زمین میں اکڑ کر نہ چلنا، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو اور اِن امور میں سے ہر ایک کا بُرا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔"

مفہوم یہ ہو گا کہ ہر وہ بُرائی والے کام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع کیا گیا ہو وہ یقینی طور پر بُرا اور ناپسندیدہ ہیں۔

لہٰذا قراءاتِ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح چکی ہے کہ بندے خدا جب بھی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس میں اچھائی والا پہلو ہر وقت موجود رہتا ہے وہ کسی نہ کسی مقام پر توبہ اور تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاں سر بسجود ہو تا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی توبہ کو شرفِ قبولیت سے نوازدیں۔ ہمارے لیے بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے لازم ہے اب بھی وقت ہے کہ مرنے سے پہلے ہر طرح کے گناہوں سے معافی مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔

☆☆☆☆☆☆